© rasailojaraid.com

نجم الثاقب

قرآنِ مجید کی دو تمثیلیں

انجیل میں کثرت سے تمثیلیں بیان ہوئی ہیں، اس لیے حضرت عیسیٰؑ کو تمثیلوں کا کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی یہی انداز بیان ہے۔ لطیف حقائق کے ادراک کے لیے تمثیل ضروری ہے اور یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ اس نے ایسا پیرایۂ بیان اختیار کیا ہے کہ عوام بھی بہ قدرِ ہمت اس سے نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں۔ تمثیل اور تشبیہ میں فرق ہوتا ہے۔ تشبیہ میں مشبّہ بہٖ و مشبّہ لہٗ میں مطابقت ہوگی۔ یہ مفرد ہوتی ہے۔ تمثیل مرکب ہوتی ہے۔ اس میں ایک مضمون بحیثیت مجموعی بیان ہوتا ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی میں مطابقت ضروری نہیں۔ اس میں ایک خاص تاثر ہوگا جو ذہن کو دوسری طرف منتقل کردے گا۔

معاشرے میں تین قسم کے کردار ہوتے ہیں۔ قرآن کریم مختلف پیرایوں میں انھیں واضح کرتا ہے۔ وہ لوگ جو خلوصِ دل سے دعوت قبول کرکے اس پر عمل کرتے ہیں۔ وہ سلیم العقل اور سلیم الفطرت لوگ ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ (جن کی سیادت پر آنچ آتی ہو) علانیہ مخالفت پر کمربستہ ہوتے ہیں اور خم ٹھونک کر میدان میں آ جاتے ہیں۔ تیسرا گروہ بین بین ہوتا ہے، وہ دعوت قبول بھی کرتا ہے مگر اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ (مذبذبین) ان کی کئی اقسام ہیں جن کا نقشہ سورۂ مدثر میں کھینچا گیا ہے۔ قرآن مجید نے مندرجہ ذیل تمثیلوں میں ان تینوں کرداروں کی عکاسی کی ہے:

(۱) اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ (سورۂ نور)

اللہ تعالیٰ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔ اس کے نور کی حالتِ عجیبہ ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے۔ اس میں ایک چراغ ہے۔ وہ چراغ قندیل میں ہے (اور وہ قندیل طاق میں رکھا ہے اور) وہ قندیل ایسا (صاف و شفاف) ہے جیسے ایک چمک دار ستارہ ہو (اور) وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا تیل (اس قدر صاف اور سلگنے والا ہے) کہ آگ اس کو آگ نہ بھی چھوئے تب بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھتا (اور جب آگ لگ گئی تب تو) نورٌ علیٰ نور ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے (اس) نور (ہدایت) تک جس کو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی (ہدایت) کے لیے (یہ) مثالیں بیان فرماتا ہے:

(۲) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَـيْــــًٔـا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ۙ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّـجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ۧ (سورۂ نور)

اور جو لوگ کافر ہوئے۔ ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا (آدمی) اس کو (دور سے) پانی خیال کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو (جو سمجھ رکھا تھا) کچھ بھی نہ پایا اور (قضائے الٰہی) کو پایا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کی (عمر) کا حساب برابر سرابر چکا دیا (یعنی عمر کا خاتمہ کر دیا) اور اللہ تعالیٰ دم بھر میں حساب (فیصل) کر دیتا ہے۔ یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندھیرے ہیں کہ اس کو ایک بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو۔ اس (لہر) کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل (غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں کہ اگر (کوئی ایسی حالت میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں میسّر آسکتا۔

پہلی آیت میں حد درجہ بلیغ تمثیل کے پیرائے میں نورِ ایمان کی حقیقت سمجھائی گئی ہے اور اس کے اجزاء سے ترکیبی کو واضح کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ یہ دو اجزاء سے مرکب ہے۔ ایک نورِ فطرت، جس کی مثال اس صاف و شفاف تیل کی سی ہے جو گویا کہ منتظر ہوتا ہے کہ جوں ہی آگ اس کے قریب آئے وہ فوراً بھڑک اٹھے اور دوسرے نورِ وحی جس کی مثال اس آگ کی سی ہے جو فطرت کے صاف روغن کو فوراً مشتعل کر دیتی ہے۔ اس سے اس بنیادی حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ جس طرح بصارتِ ظاہری کے لیے خارج میں روشنی اور آنکھوں میں بینائی دونوں کا ہونا لازم ہے، اسی طرح بصیرتِ باطنی کے لیے بھی کہ جس کا نام ایمان ہے۔ یہ دونوں چیزیں لازم ہیں کہ خارج میں نورِ وحی و رسالت بھی موجود ہو اور انسان کے باطن میں اس کی فطرت کا نور بھی بالکل بجھ نہ چکا ہو۔ اگر دل میں استعداد ہوگی تو وہ لبیک کر نورِ ہدایت قبول کرے گا۔

دوسری آیت میں ان لوگوں کی تمثیل بیان ہوئی ہے جن کے پاس نہ تو نورِ ایمان کی جھلک ہے نہ کسی نیکی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا بھلائی کی کوئی روشنی (نہ باطن میں روشنی نہ خارج میں روشنی) وہ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ کسی طرف سے روشنی کی شعاع نہیں آتی جس طرح دریا کی گہرائی میں تاریکیاں ہوں۔ موجوں پر موجیں چڑھی ہوں، بادلوں پر بادل اندھیروں پر اندھیرا چھایا ہو۔ اور وہ اس میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہوں مگر کچھ سجھائی نہ دیتا ہو۔

اس تمثیل کی بلاغت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے غوطہ خور کی طرح سمندر کی گہرائیوں کا مشاہدہ کیا ہو۔ کہتے ہیں ایک فرانسیسی امیر البحر نے جب یہ تمثیل سُنی تو مسلمان ہوگیا۔

قرآن کریم نور کو ہمیشہ مفرد کے صیغہ میں استعمال کرتا ہے اور ظلمات (یعنی کفر) کے لیے جمع کا صیغہ لاتا ہے۔ اس لیے کہ نورِ حقیقت واحد ہے اور جتنے بھی کفر کے پہلو ہیں۔ وہ ظلمات کی گہرائیاں ہیں۔ نور و ظلمت کی آویزش ہمیشہ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت کی روشنی دیتا ہے اور جس کو نورِ ہدایت ہی نہ ملے اُسے کہاں سے روشنی حاصل ہوگی۔

ہمیں چاہیے کہ ہم نورِ ایمان سے اپنے دلوں کو منوّر کریں اور شرک کی تمام ظلمتوں سے بچتے رہیں۔

مطالعۂ قرآن

از مولانا محمد حنیف ندوی

اس کتاب میں مولانا ندوی صاحب نے قرآن سے متعلق ان تمام مباحث و مسائل پر محققانہ اظہارِ خیال کیا ہے، جن سے نہ صرف قرآن فہمی میں خصوصیت سے مدد ملتی ہے، بلکہ اس کتابِ ہُدیٰ کی عظمت بھی نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے۔ مزید برآں اس سے قرآن کے علوم و معارف اور دعوت و اسلوب کی معجزہ طرازیوں پر بھی تفصیل سے روشنی پڑتی ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے زرکشی کی البرہان اور سیوطی کی الاتقان کے ان تمام جواہر ریزوں کو اپنے مخصوص شگفتہ اور حکیمانہ انداز میں جمع کر دیا ہے اور مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا تسلی بخش جواب بھی دیا ہے، جو قلب و ذہن میں شکوک و شبہات ابھارنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ غرض اُسے قرآنی فکر و تصوّر کے بارے میں انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہیے جس میں وہ ساری بحثیں اور مضامین سمٹ آئے ہیں جن کی دورِ حاضر کو ضرورت ہے۔ کتاب زیرِ طبع ہے اور بہت جلد منظر پر آئے گی۔

© rasailojaraid.com